رسول کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کرو جس طرح کا معاملہ بنی اسرائیل نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے ساتھ کیا ورنہ اسی انجام سے دوچار ہو گے جس انجام سے وہ دوچار ہوئے۔

'فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا' یعنی اللہ تعالیٰ نے بالآخر حضرت موسٰی علیہ السلام کو ہر الزام سے بری کیا۔ ہر تہمت کے مقابل میں ان کی سچائی، نیک نیتی اور راست بازی آشکارا ہوئی اور ان کے دشمن ذلیل و رسوا ہوئے۔ وہ اللہ کے نزدیک باوقار، باآبرو اور سُرخ رُو ٹھہرے۔ ان کی وجاہت دنیا میں بھی چمکی اور آخرت میں بھی روشن ہوگی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بالواسطہ بشارت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا (۷۰-۷۱)

صحیح روش جو ایمان کا تقاضا ہے

یہود کی روش سے احتراز کرنے کی ہدایت کے بعد اس صحیح روش کے اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی جو اللہ اور رسول پر ایمان کا تقاضا ہے۔ فرمایا کہ اللہ سے ڈرو۔ یعنی اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچانے والے نہ بنو۔ وہ مجرموں کو پکڑتا دیر میں ہے لیکن جب پکڑتا ہے تو کوئی اس کی پکڑ سے نہ بھاگ سکتا ہے، نہ کوئی اس سے رہائی دلا سکتا ہے۔

'وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا' یعنی ایمان لانے کے مدعی بنے ہو تو وہ بات کہو جو اس ایمان کا براہِ راست تقاضا ہے اور اس کا سیدھا سادہ لازمی مطالبہ ہے۔ یہ اشارہ 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' کے اعتراف و اقرار کی طرف ہے۔ اسی اقرار سے ایمان کی تصدیق ہوتی ہے اور آگے کے لیے ہدایت کی راہیں کھلتی ہیں۔ اس میں یہود کے قول 'سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا' پر ایک لطیف تعریض بھی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہود کی بات بالکل الٹی تھی، وہ ایمان کے مدعی تھے لیکن ان کا کلمہ گویا 'سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا' (ہم نے سنا اور نافرمانی کی) تھا، تم ایمان کی سیدھی روش اختیار کرنا چاہتے ہو تو اپنا کلمہ اور شعار 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' (ہم نے سنا اور مانا) بناؤ۔

صحیح روش اختیار کرنے کا ثمرہ

'يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ' یہ اس 'قول سدید' کا ثمرہ بتایا ہے کہ اگر تم اپنے قول و عمل کے تضاد کو دور کر لو گے تو اللہ تمھارے اعمال کو برومند کرے گا، تمھاری ہر کل سیدھی ہو جائے گی اور تمھارا ہر قدم صحیح سمت میں اٹھے گا۔ اس صورت میں اگر تم سے کوئی غلطی بھی صادر ہوگی تو اللہ تعالیٰ تمھاری غلطیوں سے درگزر فرمائے گا۔ اللہ ان لوگوں کو نفس اور شیطان کے حوالے نہیں کرتا جو سیدھی راہ اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

'وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا' اس ٹکڑے نے کلام کے تدریجی ارتقاء کے اصول پر واضح کر دیا کہ 'قول سدید' سے مراد 'سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا' کا اقرار ہی ہے۔ فرمایا کہ جو لوگ سمع و طاعت کا اقرار کرنے کے بعد زندگی کے ہر مرحلے میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں

وہ بہت بڑی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کوئی خسارے کا سودا نہیں ہے بلکہ یہ ابدی بادشاہی کی کلید ہے تو جس کو بازی جیتنی ہو وہ جیتے۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا وَحَمَلَہَا الۡاِنۡسَانُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوۡمًا جَہُوۡلًا ۙ لِّیُعَذِّبَ اللّٰہُ الۡمُنٰفِقِیۡنَ وَالۡمُنٰفِقٰتِ وَالۡمُشۡرِکِیۡنَ وَالۡمُشۡرِکٰتِ وَیَتُوۡبَ اللّٰہُ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا (۷۲-۷۳)

انسان کا اصلی شرف

اب یہ انسان کا اصلی شرف واضح فرمایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عہدِ اطاعت کا امین ہے۔ یہ عہد، اختیار و ارادہ کی آزادی پر مبنی ہے اس وجہ سے وہی اس کا سزاوار ٹھہرا۔ اس لیے کہ عہد کا اہل وہی ہوتا ہے جس کو اختیار و ارادہ کی آزادی حاصل ہو۔ جو مخلوقات مجبور و مقہور ہیں ان سے کسی عہد و میثاق کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے تمام ذریتِ آدم سے لیا ہے اور یہی عہد اس خلافت کی بنیاد ہے جو اس زمین میں آدمؑ اور ذریتِ آدم کو حاصل ہوئی اور اسی خلافت کے مقتضیات کو بروئے کار لانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے اپنی ہدایت اور کتاب و شریعت نازل کرنے کا وعدہ فرمایا اور ساتھ ہی یہ تنبیہ بھی فرمائی کہ جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے وہ جنت کے وارث ٹھہریں گے اور جو اس کی خلاف ورزی کریں گے وہ سب جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اسی وعدے کو پورا کرنے کے لیے اپنے نبی و رسول بھیجے جنھوں نے اپنی اپنی امتوں سے اس عہدِ اطاعت و بندگی کی تجدید کرائی اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو اس کے نتائج سے آگاہ کیا۔

اس عہد کی بنیاد چونکہ انسان کے ارادہ کی آزادی پر ہے اس وجہ سے اس کی حیثیت شمشیرِ دو دَم کی ہے۔ اگر انسان اپنے ارادہ کی آزادی کے ساتھ اپنے رب کی بندگی کے عہد کو پورا کرے تو اللہ کے نزدیک اس سے کوئی اونچا نہیں اور اگر وہ اس عہد کو پورا نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے خدا کی بخشی ہوئی سب سے بڑی عزت کو اپنے لیے سب سے بڑی ذلت بنا لیا۔

- ہر عہد ایک امانت ہے اور ہر امانت کا یہ لازمی تقاضا ہے کہ اس کی بابت امانت رکھنے والا ایک دن پرسش کرے کہ اس کی امانت کا حق ادا کیا گیا ہے یا اس میں خیانت کی گئی ہے۔ یہ چیز ایک روزِ جزاء و سزا کو متلزم ہوئی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک دن سب کو اکٹھا کرے گا اور ان کے اعمال کے ریکارڈ ان کے سامنے رکھ کر فیصلہ فرمائے گا کہ کون کا فر و منافق ہیں جو دوزخ کے سزاوار ہیں اور کون مومن و مخلص ہیں جو جنت کے حق دار ہیں۔

اِنَّا عَرَضۡنَا الۡاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالۡجِبَالِ فَاَبَیۡنَ اَنۡ یَّحۡمِلۡنَہَا وَاَشۡفَقۡنَ مِنۡہَا:

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت بالاختیار کی یہ امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سامنے بھی پیش کی تھی لیکن وہ اس عظیم ذمہ داری کے اٹھانے سے ڈرے اور اپنی معذرت پیش کر دی کہ ان